بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

خبر ہے کہ مرکزی حکومت کی وزارتِ تعلیم عنقریب چند ماہرینِ تعلیم پر مشتمل ایک کمیشن اس امر کے متعلق یہ رپورٹ پیش کرنے کی غرض سے مقرر کرنے والی ہے کہ تعلیمی اداروں میں اخلاقی اور مذہبی تعلیم کو نصابِ تعلیم کے جزء کی حیثیت سے کیوں کر رائج کیا جائے۔ یہ خبر اگر صحیح ہے تو یقیناً بڑی خوشی کی بات ہے۔ بدقسمتی سے ایک طبقہ ایسا ہے جو سیکولرزم کے معنی لامذہبیت سمجھتا ہے۔ حالانکہ نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشن بار بار اپنی تقریروں میں کہہ چکے ہیں کہ سیکولرزم سے مراد لامذہبیت نہیں بلکہ یہ ہے کہ حکومت کسی خاص مذہب کے ساتھ طرفداری کا معاملہ نہیں کرے گی اور اُس کا برتاؤ تمام مذاہب کے ساتھ یکساں ہوگا۔ گویا سیکولرزم کوئی منفی نہیں بلکہ ایک حقیقتِ مثبتہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ حکومت مذہب کی اہمیت کو محسوس کرکے باشندگانِ ملک کے تمام مذاہب کی تعلیم و تدریس کا انتظام یکساں طور پر کرے گی۔ اب سے چند سال پہلے اگر یہ بات کہی جاتی تو اُس کو فرسودہ خیالی اور قدامت پرستانہ ذہنیت پر محمول کیا جاتا لیکن سائنس کی غیر معمولی ترقی اور اُس کے حیرت انگیز فتوحات نے چند برسوں میں ہی انسان کے فکر و نظر اور اُس کے ذہن کی دنیا میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا ہے۔ جو انقلاب صدیوں میں ہوتا تھا اب وہ مہینوں اور دنوں میں ہوتا ہے چنانچہ سائنس نے آج انسان کو مریخ و قمر کا ہم دوش و ہم عنان بنانے کے بعد ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ اُس کے بعد انسان کے لئے صرف ایک ہی راہ باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ خدا پر ایمان لائے۔ مذہب کے احکام پر چلے۔ اور اپنے تمام جذبات و احساسات کو رضائے الٰہی کے تابع کر دے ورنہ نوعِ انسانی کا کلّاً و جزاً ختم ہو جانا یقینی ہے۔ دنیا میں کتنی انواع ہیں جو کسی زمانہ میں تھیں مگر اب ان کا کہیں نام و نشان نہیں ہے بس اگر خدا سے

انسان کی بغاوت و سرکشی کا عالم یہی رہا اور ساتھ ہی فطرت پر اُس کے اقتدار و تصرف کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی رہی تو اُس کا خود اپنے ہاتوں تباہ و برباد ہو جانا یقینی ہے ع

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

آج مشرق و مغرب کے بڑے بڑے مدبرین و مفکرین جس زور شور سے اخلاقی اور روحانی اقدار کا پرچار کر رہے ہیں وہ اُن کے اس اندرونی خوف و دہشت کا آئینہ دار ہے جو سائنس کی برق رفتار ترقی کے ساتھ موجودہ تمدن کی مادہ پرستی اور مادی حظ پسندی نے پیدا کر دیا ہے۔ گذشتہ مہینہ دلی میں آل انڈیا سائنس کانگرس کا عظیم الشان اجلاس ہوا جس کا افتتاح پنڈت نہرو نے کیا تھا۔ اُس کے بعد بنگلور میں انڈین انسٹیوٹ آف سائنس کا جشنِ زریں بڑے تزک و احتشام سے منایا گیا اور اُس کا افتتاح صدر جمہوریہ کے ہاتوں ہوا۔ اس کے علاوہ متعدد تعلیمی کانفرنسیں ہوئیں متعدد یونیورسٹیوں کے کانووکیشن ہوئے اور اُن میں صدارتی خطبے پڑھے گئے۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر صرف ایک ہی چیز ہے جس پر زیادہ سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور وہ ہیں اخلاقی اور روحانی اقدار۔

عجیب بات یہ ہے کہ اب روحانیت کی اہمیت کا چرچا ان لوگوں کی زبان سے بھی ہونے لگا ہے جو نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ مذہب کے قائل ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اخلاقِ فاضلہ مذہب کے بغیر بھی پائے جا سکتے ہیں لیکن روحانیت کا تو خدا اور مذہب کے بغیر کوئی کسی قسم کا تصور ہی نہیں ہو سکتا، بہرحال مادی عقلیت کے ساتھ روحانیت کا نام لینا اور اُس کی اہمیت پر زور دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ خدا اور مذہب کے انکار کی وضعِ قدیم پر بظاہر کیسے ہی قائم ہوں لیکن اندرونی طور پر وہ زندگی میں ایک خلا محسوس کرنے لگے ہیں۔ یہ خلا وہی ہے جہاں سے انسان کو روحانیت کا سراغ ملتا ہے اور آخر کار اُس کو خدا کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ کہ درحقیقت سکون و طمانیت کے حصول کا واحد ذریعہ اُسی کے ساتھ وابستگی ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اس بنا پر امید ہے کہ آج یہ لوگ روحانیت کا نام لے رہے ہیں تو کل خدا اور مذہب کے بھی قائل ہو جائیں گے۔